مکاتیب علامہ محمد زاہد کوثری رحمۃ اللہ علیہ

...بنام... مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ وترتیب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

(دسویں قسط)

﴿ مکتوب:......۱۷ ﴾

بخدمت صاحبِ فضیلت، نابغۂ زمانہ، محققِ نکتہ بیں، سلالۂ مجد، مولانا سید محمد یوسف بنوری حفظہٗ اللہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام! آپ کا والا نامہ اور قیمتی کتب موصول ہوگئیں، انتہائی توجہ پر آپ کا بے حد شکر گزار ہوں، آپ کی پرنور کتابوں سے مستفید ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ یہ کام آپ کے ہاتھوں قریبی مدت میں ہی مکمل ہو، اور خیر وعافیت کے ساتھ اس جیسی بہت سی تالیفات کی توفیق ارزاں ہو۔

مجلد مجموعے کی ترسیل کی خاطر آپ نے بہت تکلیف اُٹھائی، میری خواہش تھی کہ رسالے کے حصول میں کامیابی تک یہ کام مؤخر ہوجاتا، آپ کی جانب سے ’’عبقات‘‘[(۱)] کا ذاتی نسخہ بھیجنے کا عزم مجھ پر گراں گزرا، اس لیے کہ میرا مقصد آپ کو کتاب سے محروم کرنا نہیں، اگرچہ اس میں بڑا ایثار ہے، اللہ سبحانہٗ آپ کو اس عظیم فیاضی کا بدلہ عنایت فرمائے۔

مولانا جلیل القدر والد محترم سے ان کی بابرکت دعاؤں کا متمنی ہوکر دست بوسی کرتا ہوں۔ توقع ہے کہ آپ بوقتِ ملاقات میری نیابت فرمائیں گے۔ آپ کے لیے سعادت مند سفر اور کامیاب واپسی کی تمنا ہے۔

شاہ صاحبؒ [(۲)] اور ان کے پوتے [(۳)] کے ہاں (خاص طور پر) ابراہیم کورانی کے بیٹے [(۴)] سے کتبِ ستہ (کی اسانید) حاصل کرنے کے لیے دادا (شاہ صاحبؒ) کے حجاز کے سفر [(۵)] کے بعد ایسے

مباحث ملتے ہیں جو ہمیں نہیں بھائے، انہوں نے ’’اُصولِ ستہ‘‘ (کی اسانید) حاصل کرکے بہت اچھا کیا، لیکن ’’تجلی فی الصور‘‘ کے نام سے (علامہ) ابن تیمیہ وشیخ اکبر (ابن عربی رحمہما اللہ) کی آراء کے جمع وتطبیق (۶) کے حوالے سے کورانی کی ناپختہ آراء کو قبول کرنا ایسا عمل ہے جس سے صحیح سالم نگاہ (رکھنے والے صاحبِ علم) کو ناگواری ہوتی ہے۔

پھر (حنفی) مذہب کے حوالے سے ان کے کاموں اور ابن تیمیہ وابن قیم (رحمہما اللہ) کی آراء کی اشاعت نے ہندوستانی معاشرے کو بہت نقصان پہنچایا ہے (۷)، اگرچہ دادا (شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ) کی قابلِ قدر خدمات بھی ہیں۔ (۸) دیرینہ تمنا تھی کہ وہ تصوف کے حوالے سے امام ربانیؒ (مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ) (۹) کے مزاج ومذاق پر قائم رہتے، ’’تجلی فی الصور‘‘ و’’قدم‘‘ جیسی شاذ آراء کی جانب ناپسندیدہ میلان ظاہر نہ کرتے اور اصول وفروع میں جماعت (اہلِ حق) کے ساتھ رہتے۔ ’’تجلی فی الصور‘‘-جس کے دل دادہ تصوف کے متعلق لکھنے والے بہت سے مؤلفین ہیں-ایک خطرناک بحث ہے، جو ہم سے پچھلوں کے عہدِ قدیم وعہدِ جدید کے مطابق ہے۔ آراء کے درمیان اس نوع کی تطبیق کھوکھلے الفاظ کی تعبیر ہے، جن کے پسِ پشت معانی نہیں ہوا کرتے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔ پھر فروعی مسائل اور فقہ وحدیث کی تاریخ کے بارے میں ان کا کلام، حقیقت اور انصاف سے دور ہے، ہماری تمنا تھی کہ وہ ان (اُمور) سے دور رہتے۔

بعض اوقات متشرع صوفیہ بھی ذوقی علوم کے حوالے سے ایسی گفتگو کردیتے ہیں کہ تعبیر، تنگ دامنی کا شکار ہوجاتی ہے۔ میری خواہش ہے کہ ہم ان کے راہرو بننے سے اور عقل وفہم پر مبنی تعبیر اختیار کرتے ہوئے ذوقیات میں پڑنے سے دور رہیں، ان ذوقیات کو ہم ان کے حاملین کے لیے چھوڑ دیں، اور ہم اپنی سلامتی کی خاطر عقلی دائرے میں رہیں۔ اللہ تعالیٰ سے سلامتی کا طلب گار رہوں۔

شاہ صاحبؒ کا اُصولِ ستہ کی احادیث کو بلا چھان پھٹک قبول کرلینا بھی علمی اعتبار سے پسندیدہ (طرزِ عمل) نہیں (۱۰)، وہ خاص طور پر عقیدہ میں (نئے) محاذ کھول جاتے ہیں، اس سلسلے میں طویل گفتگو ہے۔

جس موضوع کا آپ نے ذکر کیا ہے، اس کے متعلق لکھی گئی کتابوں کے حوالے سے میں یہاں (اصحابِ علم ومالکانِ کتب خانہ سے) دریافت کررہا ہوں، اگر اس بارے میں مفید کتب کے حصول میں کامیابی ہوئی تو ’’النظرۃ‘‘ کے ہمراہ بذریعہ ڈاک ارسال کردوں گا، ان شاء اللہ تعالیٰ! میری رائے میں اس بحث کو نرمی سے (۱۱) چھونا چاہیے، اس لیے کہ شر بہت بڑھ چکا ہے، اور اس کی (روک تھام اور خاتمے کے) لیے محض گفتگو کے بجائے اُسے روک لگانے والی قوت وطاقت کی ضرورت ہے۔

آپ کو عیدِ سعید مبارک ہو، میرے انتہائی عزیز بھائی! آپ کی بابرکت دعاؤں کا امیدوار ہوں۔

(آپ کا) بھائی

محمد زاہد کوثری

۲۵ / رمضان ۱۳۶۶ھ، شارع عباسیہ نمبر ۶۴

حواشی

۱:......عبقات: شاہ محمد اسماعیل بن عبدالغنی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے، آگے مکتوب نمبر: ۲۶ میں بھی اس کتاب کا ذکر آرہا ہے۔

۲:......حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں۔

۳:......شاہ محمد اسماعیل بن عبدالغنی بن احمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: علم وزہد اور جہاد وعزیمت میں اپنے زمانے کے بلند پایہ عالم، سنہ ۱۱۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۲۴۶ھ میں مظلومہ شہادت پائی۔ مفصل حالات کے لیے دیکھیے: ''نزهة الخواطر'' مولانا عبدالحی حسنی رحمۃ اللہ علیہ (ج: ۷، ص: ۹۱۴-۹۱۶)، ''الأعلام'' خیرالدین زرکلیؒ (ج: ۶، ص: ۳۸)۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ''نفحة العنبر'' (ص: ۶۷) میں ان کے لیے توصیفی کلمات تحریر کیے ہیں۔

۴:......شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم بن حسن کورانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ: ماہرِ فنون عالم تھے، سنہ ۱۰۸۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۴۵ھ میں راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔ ملاحظہ کیجیے: ''سلک الدرر'' محمد خلیل آفندی مرادی (ج: ۴، ص: ۲۷) اور ''الأعلام'' زرکلی (ج: ۵، ص: ۳۰۴)۔

۵:......حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے سنہ ۱۱۴۳ھ میں حجاز کا سفر فرمایا تھا، اور ۱۱۴۴ھ میں شیخ ابوطاہر کورانی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اجازتِ حدیث عنایت کی۔ یہاں کتبِ ستہ سے صحیحین (صحیح بخاری وصحیح مسلم) اور سننِ اربعہ (سننِ نسائی، سننِ ترمذی، سننِ ابوداود اور سننِ ابن ماجہ) مراد ہیں۔ برصغیر میں ان کتابوں کو تغلیباً صحاح ستہ کہنے کا رواج ہے، لیکن محققین کتبِ ستہ کی تعبیر استعمال کرنا پسند کرتے ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے شیخ کورانی سے سنن نسائی اور صحیح مسلم کے کچھ حصے کا سماع نہیں کیا، البتہ باقی کتبِ ستہ (کامل)، موطا مالک، مسند احمد، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ''الرسالة''، الجامع الکبیر، مسند دارمی، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی ''الشفاء'' کے ابتدائی حصے اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ''الأدب المفرد'' کے کچھ حصے کا سماع کیا ہے، نیز شیخ کورانی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اجازتِ عامہ بھی دی ہے۔

۶:......شیخ ابوطاہر کورانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے تئیں شیخِ اکبر ابن عربی اور علامہ ابن تیمیہ رحمہما اللہ کے عقائد کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے، اس حوالے سے انہوں نے دو کتابیں ''جلاء النظر مع بقاء التنزیه مع التجمع فی الصور'' اور ''مطلع الجود فی تحقیق التنزیه فی وحدة الوجود'' ترتیب دی ہیں، جو قاہرہ (مصر) کے مکتبہ ازہریہ میں مخطوطات کی صورت میں موجود ہیں۔

۷:......شاہ صاحب پر علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ کے اس نقد کے تناظر میں یہ نکتہ ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علمی زندگی میں مختلف ادوار گزرے ہیں، ان کی فکر اور فقہی مسلک پر ان گوناگوں احوال کے گہرے اثرات دکھائی دیتے ہیں۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی مسلک ومشرب کے متعلق اپنے ایک مقالے میں رقم طراز ہیں:

> ''شاہ صاحب کے فقہی مسلک کو سمجھنے کے لیے آپ کی علمی تاریخ کا پیش نظر ہونا بھی ضروری ہے، جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ممدوح نے شروع میں اپنے والد ماجد شاہ عبدالرحیم وغیرہ علماء سے علوم حاصل کیے اور فقہ حنفی پڑھی۔ جب تک ہندوستان میں تھے اور حرمین شریفین کی زیارت کو نہیں گئے تھے آپ پر فقہ حنفی کا اثر تھا، سنہ ۱۱۴۳ھ میں جب مدینہ منورہ پہنچے اور شیخ ابوطاہر کردشافعیؒ سے تلمذ ہوا تو اس کے بعد فقہ شافعی کا اثر بھی ساتھ آتا گیا، اور ''کتاب الأم'' جو امام شافعیؒ کی کتاب ہے، اس کے مطالعے سے فقہ شافعی کا اثر اور بڑھتا گیا۔ آخر میں امام مالکؒ کی کتاب مؤطا کی طرف بہت توجہ ہوئی اور اس کی عربی وفارسی میں دو شرحیں مختصر لکھیں اور اس کی وجہ سے مذہب مالکی کا اثر بھی آپ پر چڑھا، لیکن آپ اکثر امام مالکؒ کا مذہب، مؤطا کی روایتوں ہی کو ٹھہراتے ہیں، حالانکہ مالکیہ میں بہت سے مؤطا کے اقوال مہجور ہیں اور مذہب میں داخل نہیں۔ امام احمدؒ کا مذہب حقیقت میں امام شافعیؒ کے مذہب کی فرع ہے، بلکہ ظاہریت واجتہاد میں ایک برزخ ہے، مشکل سے امام احمدؒ کا کوئی ایسا قول ملے گا (کہ) مذہبِ شافعیؒ کی کوئی روایت اس کے مطابق نہ ہو۔ غرض اس طرح سے آپ کی

طبیعت پر مذہبِ اربعہ کی فقہ اثر انداز ہوتی گئی اور اس کی خواہش ہوئی کہ ایک جامع مسلک اختیار کیا جائے، جس کے ذریعے مذاہب میں تطبیق وتوفیق ہو جائے۔'' (الفرقان، شاہ ولی اللہ نمبر، لکھنؤ، مقالہ بعنوان: امام شاہ ولی اللہ اور حنفیت از مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، طبع قدیم، ص: ۳۶۹-۳۷۰)

آگے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس رائے کی تائید میں خود شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مکتوب ''کلماتِ طیبات'' کا اقتباس بھی درج کیا ہے۔ بہر کیف یہ وہ مختلف احوال ہیں جو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نظریات وافکار اور فقہی مسلک ومشرب اور اس حوالے سے ان کی تالیفات پر اثر انداز ہوئے ہیں۔

۸:......نواب صدیق حسن خان رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان میں علم حدیث کی قلت کا تذکرہ کرنے اور پھر علم حدیث سے شغف رکھنے والے ہندی علماء کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

''پھر ان کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ جلیل القدر شیخ، محدثِ اکمل، اس دور کے متکلم وحکیم اور اس طبقے میں فائق وقائد، شیخ ولی اللہ بن عبدالرحیم دہلویؒ (متوفی: ۱۱۷۶ھ) اور ان کے (اہلِ علم) بیٹوں، پوتوں اور نواسوں جیسی راہنما شخصیات کو (اس خطۂ ارضی میں) لائے، جنہوں نے علم کی نشر واشاعت کے لیے جدوجہد کی، یوں علم حدیث ایک بھولی بسری داستان بننے کے بعد دوبارہ تروتازہ ہو کر لوٹ آیا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے اور ان کی اولاد کے ذریعے اپنے بہت سے مومن بندوں کو فائدہ پہنچایا۔'' (دیکھیے: ''الحطة في ذكر الصحاح الستة'' ص: ۲۵۶-۲۵۷)

علامہ عبدالحی کتانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے ان کی بدولت اور ان کے بیٹوں، نواسوں اور شاگردوں کے ذریعے ہندوستان میں حدیث وسنت کو مٹ جانے کے بعد دوبارہ زندہ کیا، اس خطے میں انہی کی کتب واسانید پر مدار ہے۔'' (فہرس الفہارس، ج:۱، ص:۱۷۸)

بلکہ شاہ صاحبؒ کا فیض برصغیر سے باہر عرب ممالک تک بھی پہنچا، مصر میں علم حدیث کی اشاعت کرنے والے علامہ محمد مرتضیٰ زبیدی رحمۃ اللہ علیہ بھی شاہ صاحبؒ کے شاگرد تھے۔

۹:......امام احمد بن عبدالاحد بن زین العابدین فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ: مجددِ الفِ ثانی، بلند پایہ عالم، سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم مرتبہ شیخ اور دینِ اکبری کے قلع قمع میں کلیدی کردار کی حامل شخصیت۔ سرہند میں سنہ ۹۷۱ھ میں اس جہاں میں آنکھ کھولی اور ۱۰۳۴ھ میں سفرِ آخرت پر روانہ ہو گئے۔ ملاحظہ کیجیے: ''نزهة الخواطر'' از مولانا عبدالحی حسنیؒ (ج: ۵، ص: ۴۷۹-۴۸۶)، ''الأعلام'' زرکلی (ج: ۱، ص: ۱۴۲-۱۴۳)، نیز ''تاریخ دعوت وعزیمت'' از مولانا ابوالحسن علی ندویؒ اور ''علمائے ہند کا شاندار ماضی'' از مولانا محمد میاںؒ۔ علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''إرغام المريد'' میں ان کے حالات زندگی تحریر کیے ہیں، اور ان کے متعلق لکھا ہے: ''امام ربانی، مجددِ الفِ ثانیؒ''۔ (الدر النضيد شرح النظم العتيد، ص: ۴۲-۴۳، یہ ''إرغام المريد'' کا مختصر ہے)۔

۱۰:...... یہاں علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ نے بلا چھان پھٹک احادیث پر عمل کرنے سے احتیاط برتنے کی تاکید کی ہے، اور یہی درست نقطۂ نظر ہے، جس پر ہر دور کے بلند پایہ علماء نے تنبیہ کی ہے، چنانچہ علامہ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ اپنے مقدمہ (۲۱۲) میں رقم طراز ہیں:

''علم حدیث کے طالب علم کے لیے معرفت وفہم کے بغیر محض حدیث کے سماع وکتابت پر اکتفا کرنا مناسب نہیں، یوں خاطر خواہ فائدہ حاصل کیے بنا اور اہلِ حدیث میں اپنا شمار کیے بغیر جان کو ہلکان کرے گا، بلکہ اس سے زیادہ کچھ حاصل نہ ہوگا کہ اس کا شمار (محدثین سے) مشابہت رکھنے والے کم علموں اور ایسے اوصاف وکمالات سے بتکلف مزین ہونے والوں میں ہونے لگے گا، جن سے وہ خالی ہیں۔''

بعض سلف کا مقولہ ہے: ''تم درایتِ حدیث کے حامل بنو، محض روایات کے ناقل نہ بنو، ایک حدیث جس کی تمہیں (صحیح) معرفت حاصل ہو اُن ہزار احادیث سے بہتر ہے جنہیں تم محض نقل کرتے ہو۔''

ملاحظہ کیجیے: ''فتح المغيث'' علامہ سخاویؒ (ج: ۳، ص: ۳۰۴-۳۰۷)، ''معرفة علوم الحديث'' امام حاکمؒ (ص: ۶۳-۸۵) اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی ''الألفية'' (ص: ۱۶۲)۔

۱۱:...... یہاں متن میں یونہی (نرمی سے چھونا) درج ہے، جبکہ سیاق وسباق کا تقاضا ہے کہ ''نرمی نہ برتی جائے'' ہو، تاہم دیانتاً متن کو جوں کا توں برقرار رکھا گیا ہے۔

(جاری ہے)